اسلامی طبّی ہدایات کا عملی نفاذ

محمد یوسف گورایہ

صاف ستھری ہوا، تازہ شفاف پانی اور صحت بخش غذا کی بہم رسانی کے بعد صحت و توانائی میں اضافے کے لئے ضروری ہے کہ انسانی بدن کے تمام اعضاء کو مضر صحت اثرات سے محفوظ کر کے انھیں نشو و نما کا مناسب موقع دیا جائے۔ اسلام میں طہارت اس مقصد کے حصول کے لئے ایک انتہائی موثر ذریعہ ہے۔ طہارت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر نہ تو قرآنِ حکیم کو چھوا جا سکتا ہے "لا یمسہ الا المطھرون"[1] اور نہ اس کے بغیر اسلام کے رکن اعظم نماز کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ "لا تقبل صلوۃ بغیر طھور" اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ طہارت کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے: "الطھور شطر الایمان"۔

اپنے پیروکاروں کو طہارت کا حکم دے کر اسلام نے انسانی بدن کے تمام اعضاء کو عوارض سے محفوظ رکھنے کا جو اہتمام کیا ہے وہ اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔ کتاب الطہارت کے مختلف ابواب کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ انسانی بدن کا کوئی عضو ایسا نہیں جس کی صفائی کے بارے میں واضح ہدایات موجود نہ ہوں۔

<u>خصائل الفطرۃ</u>:۔ کتاب الطہارت میں مندرج خصائل الفطرت (دین فطرت کے امتیازی خصائل) میں منجملہ اور باتوں کے ان طریقوں کا ذکر ہے جو بالعموم جسم کے پوشیدہ

---

[1] قرآن ۵۶: ۷۹

اعضاء جیسے بغل اور مقاماتِ ستر وغیرہ کی صفائی کے لئے بتائے گئے ہیں۔ اسلام کے مکمل ضابطہ حیات ہونے کا یہ تقاضا تھا کہ وہ جسم کے پوشیدہ اعضاء کی صحت و صفائی کا بھی اسی طرح اہتمام کرتا جس طرح ظاہری جوارح کے حفظ و نمو کا انتظام کیا تھا۔ دوسری اقوام میں ظاہری سفید پوشی کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام جسم کے بعض حصوں کی صحت و صفائی کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ بدن کے ہر ہر عضو کی صحت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "خصائل فطرت" کے تحت جن اعضاء کی صحت و حفاظت کے قواعد بیان کئے ہیں ان پر عمل سے مراد صرف یہی نہیں کہ ان کی صفائی ہو جائے بلکہ ان سے اصل مراد یہ ہے کہ ان اعضاء کی پوری پوری حفاظت کی جائے تاکہ وہ ہر قسم کے عوارض سے محفوظ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ضابطہ خصائل فطرت کا دائرہ کار صرف ان قواعد کے ظاہری تقاضوں کو پورا کر دینے تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ ان تمام اسباب و علل پر محیط ہے جو ان اعضاء کی بیماری کا باعث بنتے ہیں۔

وضو:۔ طہارت کا دوسرا رکن وضو ہے۔ اس کا مقصد جسمانی پاکیزگی کے علاوہ ان اعضاء کی حفاظت بھی ہے جن کا ذکر وضو کے احکام و مسائل میں آتا ہے جیسے ہاتھ، منہ دانت، گلا، چہرہ، ناک، کان، سر اور پاؤں وغیرہ۔ اسلام نے ان میں سے ہر ایک کی صحتمندی کا بندوبست کیا ہے۔ اس اہتمام میں پانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لئے پانی کا صاف اور پاکیزہ ہونا شرط اولین ہے۔ موسم کے اعتبار سے اس کا صحت افزا ہونا دوسری شرط ہے۔ سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈے اور تازہ پانی کی فراہمی ضروری ہے۔ وضو سے مراد ان اعضاء پر سے محض کسی سیال چیز کا بہا دینا نہیں بلکہ اس کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ اعضاء کو تندرست و توانا رکھنے کے لئے جملہ ضرورتوں کا خیال رکھا جائے اور انہیں ایسی حالت میں رکھا جائے جس میں وہ مسلسل نشو و نما پائیں، اور ان کی قوت و توانائی میں اضافہ ہو۔ قدیم و جدید تمام اطباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان اعضاء کی صحت و تندرستی کے لئے انھیں صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اسلام نے لفظوں ہی پر اکتفا نہیں کیا، یہ بات مسلمانوں کے لئے رضاکارانہ طور پر ادا کرنے کے لئے نہیں چھوڑ دی گئی، بلکہ ایک دینی فریضہ کی حیثیت سے ان پر عائد کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے

میں ایک واضح حکم نازل فرمایا: "یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا۔"[۲] اے ایمان والو! جب نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ دھو لیا کرو۔ کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو۔ اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو۔ اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھو لیا کرو اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو (بذریعہ غسل) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ۔ ان اعضاء کی حفاظت وصحت کا یہ اہتمام کر اس کے لئے قرآن حکیم میں باقاعدہ حکم دیا گیا۔ تاریخ طب میں اسلام کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اور یہ بات اور بھی حیرت انگیز ہے کہ یہ کارنامہ ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں انجام پایا، جبکہ دنیا میں انسانی اعضاء کی طرف اس وقت توجہ دی جاتی تھی جب وہ بیمار پڑ جاتے تھے۔ اور اگر کہیں کچھ توجہ دی بھی جاتی تھی تو صرف اعضائے رئیسہ کو اہم سمجھا جاتا تھا۔

وضو میں جن اعضاء کی صفائی، صحت و توانائی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان میں بیشتر اعضاء وہ ہیں جن کے علاج کے لئے آجکل ہسپتالوں میں علیحدہ وارڈ قائم کئے گئے ہیں۔ دَور جدید میں دانتوں کی حفاظت وصحت پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ اور ان کو عوارض سے بچانے اور ان کا علاج کرنے کے لئے ماہرین تیار کئے جاتے ہیں۔ اسلام نے آج سے صدیوں پہلے دانتوں کی اہمیت پر زور دیا تھا اور ان کی صحت و توانائی کے لئے اقدامات کئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک عند کل صلوٰۃ۔"[۳] اگر یہ حکم میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں یقیناً انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کا حکم دیتا۔ حدیث کے الفاظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے شاید دانتوں کی صفائی کو فرض قرار نہیں دیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے ہر نماز سے پہلے مسواک کے استعمال کو گراں محسوس فرمایا۔ لیکن جہاں تک دن میں ایک دو بار دانتوں کی صفائی کا تعلق ہے اس کا دینی فریضہ ہونا نہ صرف اس حدیث سے

---

[۲] قرآن ۵: ۶ [۳] سنن ترمذی، باب ما جاء فی السواک۔

بلکہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کی عملی مداومت سے ثابت ہے۔ دانتوں کی صفائی کے لئے اسلام نے ایک اور طریقہ بھی رائج کیا، جسے "المضمضہ" یعنی کلی کہا جاتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ منہ، دانت اور گلے کو صاف پانی کی مدد سے اس طرح صاف کیا جائے کہ ان میں کسی قسم کی کثافت یا آلائش باقی نہ رہے، جو جراثیم کو جنم دے سکے۔ اسی طرح ناک کی صحت و صفائی کے لئے جس عمل کی تعلیم دی گئی، اس کو "الاستنشاق والاستنثار" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ استنشاق سے مراد یہ ہے کہ ناک کی نالیوں اور رگوں کو صاف کرنے کے لئے نیچے سے اوپر کو پانی ڈالا جائے اور استنثار کا مطلب یہ ہے کہ جب پانی ناک کو پوری طرح صاف کرلے تو اس گندے پانی کو اوپر سے نیچے کی طرف پھینکا جائے۔ ناک کو بیرونی و اندرونی عوارض سے بچانے کی اس سے بہتر تدبیر آج تک معلوم نہ ہو سکی۔

"امراض الرأس" بالوں اور سر کی بیماریوں اور ان سے بچاؤ کے لئے اسلام نے جس عمل کی ہدایت کی ہے اسے "مسح الرأس" کا نام دیا گیا ہے، اور اس میں اتنی احتیاط برتی گئی ہے کہ سر خواہ ڈھکا ہوا ہو اس کی صفائی کے پیش نظر پگڑی وغیرہ اٹھا کر اسے ضرور صاف کیا جائے۔ کان کو داخلی و خارجی امراض سے محفوظ رکھنے کے لئے "مسح الاذنین" کی تلقین کی گئی ہے اور فقہاء و محدثین نے اس سلسلے میں جو ابواب باندھے ہیں، ان میں "ظاهرهما وباطنهما" کانوں کے ظاہری و باطنی حصوں کی صفائی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کی حفاظت و صحت کے بارے میں بھی تفصیلی ہدایات درج ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں جو بات انتہائی اہم ہے وہ یہ ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیانی حصوں تک کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اور اسے "تخلیل الاصابع" انگلیوں کے درمیانی حصوں میں خلال کرنے کا نام دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضور صلعم نے وعید سنائی ہے کہ وضو میں کسی عضو کا کوئی حصہ اگر خشک رہ جائے تو اس پر عذاب دیا جائے گا۔ وضو کا دینی فریضہ ہونا ایک طرف اور اس پر اس سختی سے عمل کرنا دوسری طرف، اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ وضو والے اعضاء کی حفاظت کا کس قدر خیال رکھا گیا ہے۔

غسل :- اسلام کے نظام صحت و صفائی کا ایک جز غسل ہے۔ اس کے احکام میں بعض ان حالتوں کی تصریح کر دی گئی ہے جن کے پیش آنے کی صورت میں غسل واجب ہے لیکن غسل کو محض ان حالتوں تک محدود کر دینا شارع کے اصل منشائے طہارت کے خلاف ہے۔

امراض اور عوارض انسان کے دشمن ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے بیماری کے خلاف جہاد کرنا اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ کفار و مشرکین کے خلاف جنگ کرنا۔ اس لئے کہ کفار و مشرکین اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ بیماری بھی مسلمانوں کی دشمن ہے، جو انہیں اللہ کے احکام پر چلنے سے روکتی ہے۔ انہیں دشمن کے مقابلے میں کمزور بناتی ہے، اور اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کے احکام و قوانین کی تنفیذ میں مزاحم ہوتی ہے۔ اس لئے بیماری کے انسداد کے لئے کوشش کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

امراض و عوارض کے انسداد کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ان تمام اسباب و علل کا قلع قمع کر دیا جائے، جو بیماری پر منتج ہوتے ہیں۔ جسم پر عارض ہونے والی بیماریوں کے خلاف غسل سب سے بڑی مدافعت ہے۔ اس لئے جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لئے غسل پر مداومت نہایت ضروری ہے۔ غسل کی اس اہمیت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے جس پر آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد سختی سے عمل ہوتا رہا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضرت عثمان رض غسل کئے بغیر نماز میں شریک ہوئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رض کی نظر آپ پر پڑی اور آپ نے بھرے مجمع میں فرمایا۔ "وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بالغسل"۔[۲]

صحت نسواں :- اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ امت کے ان افراد کا بطور خاص لحاظ کرتا ہے، جو فطرت و طبیعت کے اعتبار سے کمزور ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کے خصوصی حالات کے تحت ان کے لئے اپنے نظام صحت میں

---

۲ صحیح بخاری

ایک باب کا اضافہ کیا ہے۔ اسلام نے دینِ فطرت کی حیثیت سے حیض ونفاس اور وضع حمل پر تفصیلی ہدایات دی ہیں، جن سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ طبعی عوارض وحقائق ہیں۔ اور ان کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ ایسے عوارض کی موجودگی میں ذرا سی بے احتیاطی مہلک بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ قرآن حکیم نے طبی نقطہ نظر سے حیض کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اسے نمایاں طور پر الگ بیان کیا ہے۔ "ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذًی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن"[۵] (اے پیغمبر) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ ان کو سمجھا دیں کہ وہ اذیت ہے اس لئے حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو لیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ دنیا کی اکثر قوموں میں ان عوارض کے دوران عورت کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ اسے اچھوت اور ناپاک سمجھا جاتا ہے۔ تمام تقریبات، مذہبی، معاشرتی، ثقافتی سے اسے محروم کر دیا جاتا ہے۔ وہ تحقیر وتذلیل کا نشانہ بنتی ہے۔ یہودیوں نے تو اس معاملہ میں حد کر دی۔ قرآن حکیم کی ان ہدایات کے مقابلے میں توریت احبار باب ۱۲ اور ۱۵ میں دی گئی ہدایات کا مطالعہ کرنے سے اسلام کی فوقیت کا پتہ چلتا ہے۔ توریت میں ہے کہ حیض میں عورت سات دن تک ایسی ناپاک ہوتی ہے کہ جو کوئی اسے چھوئے وہ بھی شام تک ناپاک رہے گا۔ اور جس بستر پر وہ عورت اپنی ناپاکی کی حالت میں سوئے وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔ جس چیز پر بیٹھے وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے گا۔ اسے اپنے کپڑے دھونا اور نہانا پڑے گا اور وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ اور اگر اس کا خون بستر پر یا جس چیز پر وہ ہو، لگ جائے اور اسے کوئی چھو جائے تو وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ توریت کی ان ہدایات کے مقابلے میں اسلام نے یہ بتایا کہ یہ ایک طبعی عارضہ ہے جس کا چھوت یا متعدی امراض سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ صرف اس خاص عورت کی ذات سے متعلق ہے۔ اور وہ بھی بالکل محدود دائرہ کے اندر۔ احادیث میں اس سلسلے میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ عورت اس دوران پہلے کی طرح گھر کی معزز اور محترم فرد ہے۔ اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے اس سے نفرت کی جائے، اسے علیحدہ رکھا

---

[۵] قرآن - ۲ : ۲۲۲

جائے۔ بلکہ اسے بجائے سزا کے اس دوران چند مراعات دی گئی ہیں۔ اس کو بعض مذہبی فرائض کی بجا آوری سے حفظانِ صحت کے پیش نظر مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ اسلام نے سکھایا کہ ان ایام میں عورت کے پاس بیٹھنا اس کا پکا ہوا کھانا اور اس سے عام میل جول رکھنا کسی طور بھی ناروا نہیں۔ وہ اجتماعی دعاؤں اور خیر و فلاح کے کاموں میں حصہ لے سکتی ہے۔ قربانی دے سکتی ہے۔ اس حالت میں اگر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ حسب دستور پڑھا جائے گا۔

صنف نازک پر وارد ہونے والے طبعی عوارض کا اسلام نے تفصیلی جائزہ لیا ہے اور ان کے طبعی و فطری ہونے پر زور دیا ہے۔ اس لئے جہالت پر مبنی رسومات کا قلع قمع کر کے حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دَور حاضر میں طب جدید میں جو کام ماہرین امراضِ نسواں (GYNAECOLOGISTS) انجام دے رہے ہیں دراصل وہ اسلام کی دی ہوئی طبی ہدایات کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔

ان ہدایات کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت ہے کہ انہیں نصاب تعلیم میں شامل کیا جائے۔ اور طالبات کو ان عوارض کی تفصیلات و جزئیات سے پوری واقفیت دلائی جائے۔ اس ضمن میں ہماری خواتین کی حالت انتہائی قابل رحم ہے۔ ان عوارض کی کوئی باقاعدہ تعلیم بچیوں کو نہیں دی جاتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ ان میں مبتلا ہوتی ہیں تو کچھ نہیں جانتیں کہ اس سلسلے میں کیا کریں۔ اور ناواقفیت کی بنا پر بعض اوقات ایسی باتیں کر بیٹھتی ہیں جو بعد میں مہلک بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ اسکول کی بچیوں کے بارے میں جو باتیں معلمات کے ذریعے معلوم ہوئی ہیں، ان کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بچیوں کو ان عوارض سے جاہل رکھ کر انہیں ہلاکت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اس انتہائی افسوس ناک صورت حال سے نپٹنے کے لئے ضروری ہے کہ ان ہدایات کو دینی فریضہ کی حیثیت سے ملک و ملت کی ہر بچی تک پہنچا دیا جائے اور انہیں داخل نصاب کر کے اسکولوں اور کالجوں میں ان پر عمل کرنے کی باقاعدہ تربیت دی جائے اور ان عوارض کے لاحق ہونے سے پہلے انہیں ان عوارض کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار کیا جائے۔